بسم اللہ الرحمن الرحیم

عطائی علم غیب

کی تردید میں پیش کی جانے والی
چند آیات مبارکہ کی درست تفسیر

تالیف
علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

ناشر
ادارہ تعلیمات مجددیہ ارشد لائبریری ریلوے روڈ شکر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......بحث ونظر......

بہت سی احادیث مبارکہ میں حضور دانائے غیوب ﷺ نے ازل وابد کے کتنے ہی اسرار وغیوب کھول کر بیان فرما دیئے ہیں۔علاوہ ازیں صحیح مسلم شریف میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ اس موضوع کو تقویت فراہم کررہی ہیں، ان سب احادیث مبارکہ میں یہ عقیدہ جلوہ گر ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی نگاہ نبوت کے سامنے ہر چیز روشن ہے، وہ شے، شے ہی نہیں جو علم مصطفیٰ کی وسعتوں سے خارج ہے۔ ہمارے معاشرے میں بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ سے علم غیب کی نفی پر بھی آیات واحادیث موجود ہیں، تو ان کا کیا جواز ہے، ہم عرض کرتے ہیں کہ ان آیات واحادیث کا جواز یہ ہے کہ وہاں ذاتی علم غیب کی نفی ہے، جبکہ ہم حضور ﷺ کے لئے عطائی علم غیب کے قائل ہیں۔لہذا وہ آیات واحادیث ہمارے لئے ہرگز مضر نہیں، ہم ان پر بھی مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان آیات واحادیث میں قبل از اطلاع کی نفی ہے، بعد میں حضور ﷺ کو اطلاع دے دی گئی جس کا ثبوت دوسرے مقامات سے حاصل ہوتا ہے، یہاں یہ بھی توجیہ کی جاسکتی ہے کہ ان آیات واحادیث میں جو نفی وارد ہے وہاں عدم توجہ مراد ہے، اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ کسی طرف توجہ کا نہ ہونا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ بسا اوقات علم تو ہوتا ہے، توجہ نہیں ہوتی، مفسرین نے نفی کرنے والی آیات واحادیث کو منسوخ بھی کہا ہے، لہذا منسوخ آیات واحادیث کو بنیاد بنا کر اب علم مصطفیٰ کی بے کرانیوں کا انکار کرنا کسی صاحبدل مسلمان کا کام نہیں۔ حضرت امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

> ''جو آدمی، حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دے، یا آپ کو عیب دار سمجھے، یہ بات گالی دینے سے عام تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت یہ کہا کہ فلاں کا علم، نبی اکرم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ اس نے حضور ﷺ پر عیب لگایا اور آپ کی توہین کی۔ اگرچہ گالی نہ دی مگر یہ سب

باتیں گالی کے حکم میں ہیں، ان باتوں اور گالی دینے والے حکم میں کوئی فرق نہیں، ہم کسی صورت بھی اس سے استثنا نہیں کریں گے، اور نہ اس میں کوئی شک وتر ددروار کھیں گے، یہ اس نے صاف صاف کہا ہو یا اشارے کنائے سے کہا ہو، ان سب احکام پر دور صحابہ سے لے کر امت کے تمام علماء اور ائمہ کا اجماع ہے، (نسیم الریاض شرح شفا جز ۴ ص ۳۳۵)

اس عبارت سے کھل کر سامنے آ گیا کہ مخلوقات ارضی وسماوی کے کسی فرد کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ عالم جاننا، حضور کو گالی دینے کے مترادف ہے، حضور کی زبردست توہین ہے، حضور کی ذات اقدس پر عیب لگانے کی مذموم کوشش ہے۔ کیا حال ہوگا اس شخص کا جس کے نزدیک ملک الموت کے لئے بلکہ شیطان لعین جیسی ذلیل ترین مخلوق کے لئے تو علم، نص قطعی سے ثابت ہے، فخر عالم ﷺ کے لئے کوئی نص قطعی نہیں، کیا اس نے حضور فخر عالم ﷺ کی توہین نہیں کی؟ ایسے لوگوں کے لئے قرآن پاک کا اعلان ہے ﴿والذین یوذون رسول الله لهم عذاب الیم﴾ اور جن لوگوں نے اللہ کے رسول کو اذیت دی، انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے، ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اپنے آپ کو اس دردناک عذاب سے بچانے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی عظمت علم وفضل کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم کرنا چاہیے، اب ذیل میں ان آیات مبارکہ کی تفسیر، امت مرحومہ کے جلیل القدر مفسرین کی تفسیروں میں ملاحظہ کیجئے، جن کو بنیاد بنا کر حضور پرنور ﷺ کے ''عطائی علم غیب'' کا انکار کیا جاتا ہے۔

﴿......آیت نمبر ۱......﴾

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا!

﴿یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب﴾ (سورۃ المائدہ: ۱۰۹)

ترجمہ: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا، تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے انبیاء کرام کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی قوموں کے حالات کو بھول جائیں گے، قیامت کے دن تو ہر آدمی کو اپنے دنیوی اعمال یاد ہوں گے، ارشاد باری ہے ﴿یوم یتذکر الانسان ما سعی﴾ اس دن انسان کو یاد ہوگا، جو اس نے کام کیا۔ پھر انبیاء کرام کا ﴿لا علم لنا﴾، (ہمیں کچھ علم نہیں) کے الفاظ ادا کرنے کا کیا مطلب ہے،

☆......حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

''پس انبیاء کرام جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے، بے علم نہیں، حلیم ہے، سفیہ نہیں، عادل

ہے، ظلم کرنے والا نہیں، یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا بات کرنا، (کافروں کے حق میں) حصول خیر اور رفع شر کے لئے مفید نہ ہوگا، لہذا ادب اسی میں ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور معاملے کو اللہ تعالیٰ کے امر کے سپرد کیا جائے'' (تفسیر کبیر)

☆...... حضرت امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

''پس انبیاء کرام نے اس لئے اپنی ذات سے علم کی نفی کی، اگر چہ وہ جانتے تھے، لیکن ان کا علم، اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر تھا، (تفسیر خازن)

☆...... حضرت امام ابن جریر علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے۔

''انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کے علم محیط و کامل کے سامنے اپنے علم کو ہیچ جانتے ہوئے از راہ ادب و تعظیم اپنے علم کی سرے سے نفی کر دی'' (تفسیر ابن جریر جلد ۷ ص ۸۲)

ان تفسیری نکات سے معلوم ہو گیا کہ انبیاء کرام بارگاہ خدا کے ادب و احترام کی وجہ سے خاموش رہیں گے، کیونکہ اس بارگاہ جلالت کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی ذات کی نفی کرنا اور اس کی عظمتوں کا اعتراف کرنا ہی شان عبدیت ہے، اس کی نظیر اس حدیث مبارک میں ملتی ہے، حجۃ الوداع کے نورانی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، آج کونسا دن ہے، کیا ہزاروں صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کونسا دن تھا۔ کونسا مہینہ تھا، کونسا مقام تھا، سب کو معلوم تھا، سب حج کی نیت سے آئے تھے، لیکن بطور ادب بارگاہ مصطفیٰ کے سامنے انہوں نے اپنے علم کی نفی کر دی اور کہا ''اللہ اور اس کا رسول ہی، بہتر جانتا ہے'' اب کوئی بد اندیش انسان صحابہ کرام کے علم و فضل کی نفی کر دے تو اس کی عقل نارسا کا ماتم ہی کیا جائے گا، اس کی ''نفی'' پر عقیدوں کی عمارت تو تعمیر نہیں کی جائے گی۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام جب اپنے عجز و انکسار کے اظہار کے لئے کوئی بات کرتے ہیں تو یہ ان کی عظمت و عبدیت کی دلیل ہے، یہ بھی یاد رہے کہ ﴿لا علم لنا﴾ میں ہر قسم کے علم کی نفی ہے، علم غیب کلی کی بھی نفی ہے، علم غیب بعض کی بھی نفی ہے، علم شہادت کی بھی نفی ہے، علم شریعت کی بھی نفی ہے، لہذا یہ جملہ منکرین کے لئے ہرگز مفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بھی حضور پرنور ﷺ کے ''علم غیب بعض'' کو مانتے ہیں، اس طرح آپ کے علم شہادت اور علم شریعت کو مانتے ہیں، اس آیت کریمہ کی وہی تفسیر درست ہے جو امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اتباع میں دیگر مفسرین امت نے اختیار فرمائی ہے، یعنی انبیاء کرام علیہم السلام بعونہ تعالیٰ اپنی قوموں کے حالات و جوابات سے باخبر تھے، لیکن انہوں نے کمال ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بارگاہ بے نیاز میں اپنے علمی کمال کی نفی کر دی، یہی ان کی شان عبدیت کا اولین تقاضا تھا، اس نفی کو بنیاد بنا کر ان کے خداداد علمی کمال کا ہرگز انکار نہیں کرنا چاہئے، یہ رویہ بہت بڑی محرومی اور ناعاقبت اندیشی کا پیش خیمہ ہے۔

﴿......آیت نمبر۲......﴾

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا

﴿قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضرا الا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوءُ ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون﴾

(سورۃ الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی، میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں، انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کو بنیاد بنا کر بعض حضرات، حضور پیغمبر نور ﷺ کے عطائی اختیارِ کل اور "عطائی علم غیب" کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں ذاتی اختیار کل اور ذاتی علم غیب کی نفی ہے، یعنی حضور ﷺ ذاتی طور پر اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے منشا ورضا کے ساتھ مالک ہیں، یہ عقیدہ ﴿الا ماشاء الله﴾ کے مبارک الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے،

☆...... پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

"فرمایا مجھے اختیار ہے اور یہ اختیار اتنا ہی ہے جتنا میرے رب کریم۔ نے مجھے عطا فرمایا۔ اب رہی یہ بات کہ کتنا عطا فرمایا ہے تو انسانی عقل کا کوئی پیمانہ اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ کوئی بناوٹی حد قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس ایک آیت کریمہ میں ہی غور فرمایئے، ﴿ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ﴾ اے حبیب! تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا، کیا لطف ہے، حضور نے اپنی ساری توانائیوں اور قوتوں سے برات کرتے ہوئے ہر بات اپنے خالق ومالک کی مرضی اور مشیت کے سپرد کر دی، اور اس بندہ نواز نے اپنی مشیت کو اپنے محبوب بندے کی رضا وخوشنودی پر منحصر کر دیا۔ بتا دیا، تجھے دینے والا میں ہوں، خود تجھے دوں گا، اور اتنا دوں گا جتنا تو چاہے گا، اب اس عالی ظرف آقا کی وسعت ظرف کو ملاحظہ فرمایئے، جب ﴿ولسوف یعطیک ربک فترضی﴾ کا مژدہ پہنچا تو عرض کی، اے مولا کریم میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت کا آخری فرد بھی جنت میں نہ پہنچ جائے۔ انصاف کرو، کیا آتش جہنم سے بچا لینا دفع ضرر باذن اللہ نہیں، کیا جنت میں پہنچا دینا نفع رسانی باذن اللہ نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے"

(ضیاء القرآن جلد ۲ص ۱۱۰)

اللہ اللہ! اسی طرح یہاں عطائی علم غیب کا ثبوت ہے۔

☆...... حضرت امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''امور غیب کی خبر دینا حضور ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہے تو یہاں اس کی نفی کیوں کی جارہی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حضور پرنور ﷺ کا فرمانا بر سبیل تواضع اور بر بنائے انکسار تھا، (تفسیر خازن)

☆...... حضرت امام خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

﴿ولو کنت اعلم الغیب﴾ میں علم بغیر واسطہ کی نفی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور ﷺ کا علم غیب پر مطلع ہونا امر واقع ہے جیسا کہ فرمان خدا ہے، ﴿ فلا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضیٰ من رسول ﴾ سے ثابت ہے، (نسیم الریاض شرح شفا عیاض)

☆...... حضرت امام سلیمان جمل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

''حضور ﷺ نے بکثرت غیبوں کی خبر دی، اس باب میں صحیح احادیث وارد ہیں، یہ علم غیب حضور ﷺ کا عظیم معجزہ ہے، تو آیت ﴿ولو کنت اعلم الغیب﴾ میں تطبیق کس طرح ہوگی، میں کہتا ہوں کہ یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ کلام تواضع اور ادب کے طور پر فرمایا گیا ہے، اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور مقدر کرنے سے جانتا ہوں،

(فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین)

☆...... حضرت امام صاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

﴿ انه قال ذالك تواضعاً﴾ یہ کلام ﴿ ولو کنت اعلم الغیب﴾ بطور تواضع فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر صاوی)

آیت کریمہ کا آغاز ''قل'' سے ہوا، یعنی محبوب آپ فرمایئے، صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں اپنے محبوب کو ادب وانکسار کی تعلیم وتربیت سے آگاہ فرمارہا ہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب کی عظمت اختیار اور رفعت علم کا سوال ہے تو اس کے لئے قرآن پاک کی دیگر آیات مبارکہ کا مطالعہ کرنا چاہئے، کہیں فرمایا، ﴿ انـــا اعطینك الکوثر﴾ بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔ اور کہیں فرمایا، ﴿ من یوتی الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً﴾ جس کو حکمت دی گئی اسے ہی خیر کثیر دی گئی، پھر اس آیت میں لفظ لو آیا ہے، اور لو تین امور پر دلالت کرتا ہے،

۱...... شرط کو سبب بناتا ہے،

۲...... دونوں کا تحقق زمانہ ماضی میں ہوتا ہے۔

۳...... سبب ممتنع ہوتا ہے۔

اس لئے آیت ﴿ولو کنت اعلم الغیب﴾ میں آنکھیں کھول کر غور کیجئے کہ اگر یہاں علم غیب سے مراد ذاتی علم جو قدرت کو مستلزم ہے، نہ لیا جائے تو یہ سبب نہیں بن سکتا، کیونکہ صرف علم سے خیر کثیر جمع کر لینے اور ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہوا کرتا، کیونکہ تکلیف کے وقوع کا علم قبل از وقت ہوسکتا ہے لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔ مثلاً کسی شخص کو اگر عدالت عالیہ سے پھانسی کا حکم ہوجائے تو وہ یہ جانتے ہوئے کہ اسے پھانسی دے دی جائے گی، اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ اس لئے حصول خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہوسکتا ہے، جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے، تب ہی "لو" شرط اور جزا میں سببیت کا علاقہ پیدا کرسکتا ہے، جو اس کا پہلا خاصہ ہے، دوسرا خاصہ، کلام کو زمانہ ماضی کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ آئندہ بھی نہ پائی جائے۔ تیسرا خاصہ یہ کہ وہ سبب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور علم غیب جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم ذاتی ہی ہے، اللہ تعالیٰ کے بتانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں، بلکہ سب اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سکھلا دینے سے علم غیب حاصل ہوجاتا ہے۔ اب لفظ لو سے جس علم غیب کی نفی کی جارہی ہے، وہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے، وہ علم ذاتی ہے۔ اس لئے یہاں عطائی کی نفی نہیں ہوتی، (علم خیر الانام ص ۶۶)

یہاں یہ بھی عرض کرتے جائیں کہ حضور پرنور ﷺ کے بارے میں "بعض علم غیب" تو منکرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان کے لئے ہرگز مفید نہیں، کیونکہ ﴿ولو کنت اعلم الغیب﴾ کی "نفی مطلق" کی زد میں "بعض علم غیب" بھی آجاتا ہے، پھر ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو علم غیب تدریجی طور پر عطا فرمایا، جب قرآن پاک مکمل ہوگیا تو محبوب کا علم غیب بھی مکمل ہوگیا، لہٰذا اس قسم کی آیتوں کو پیش کرنے سے ان لوگوں کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، کاش اب ﴿وما ھو علی الغیب بضنین﴾ (اور وہ نبی غیب بیان کرنے میں بخیل نہیں) جیسی آیات مبارکہ کا ورد کرکے محبوب کے "عطائی علم غیب" کو سلام نیاز پیش کیا جائے۔

﴿ان انا الا نذیر و بشیر﴾ کے الفاظ سے بھی بہت سے راز فاش ہورہے ہیں، کیونکہ حضور پرنور ﷺ کے نذیر و بشیر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آپ دوزخ اور جنت کے اسرار و غیوب سے آشنا ہوں، عذاب و ثواب کے حقائق و آثار سے واقف ہوں، جلال و جمال کی کیفیات کا مشاہدہ کرنے والے ہوں، حضور پرنور ﷺ نے خیر کثیر جمع فرمائی ہے، نیز آپ ہر قسم کی برائی سے معصوم ہیں، اس حقیقت پر متعدد آیات مبارکہ گواہی دے رہی ہیں، خیر کثیر کا جمع فرمانا اور ہر قسم کی برائی سے معصوم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو علم غیب کی دولت سے سرفراز

کیا گیا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ آپ ادب وتواضع کی بنا پر اس کمال کی نفی فرمادیں۔ ایک سچے امتی کو ہر حال میں آپ کے ہر کمال کا اعتراف کرنا چاہئے۔

﴿......آیت نمبر۳......﴾

﴿قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم﴾

(سورہ الاحقاف:۹)

ترجمہ: فرمادیجئے، میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور تمہارے ساتھ کیا۔

بس اتنی آیت کریمہ کو تلاوت کر کے بعض حضرات حضور سراپا نور ﷺ کے خداداد علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ پوری آیت کریمہ تلاوت کی جائے تو معاملہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے، آگے ارشاد باری ہے،

﴿ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین،﴾

ترجمہ: میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے، اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا، (ایضا)

یہ مکمل آیت کریمہ ہے جو صاف صاف بتارہی ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو ذاتی طور پر اپنے اور باقی لوگوں کے اخروی حالات کا علم غیب نہیں، وحی الٰہی کی برکت سے عطائی علم غیب حاصل ہے۔ پھر یہاں درایت کی نفی ہے، درایت وہ علم ہے جو اٹکل، قیاس اور گمان سے حاصل ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہا جاتا، حضور پر نور ﷺ کی وحی بھی درایت سے وراء ہے۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ آئندہ جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ وحی سے معلوم ہیں نہ کہ درایت اور قیاس سے، کیونکہ درایت کا علم ظنی ہوتا ہے، یقینی نہیں ہوتا کیونکہ عقل انسان غیب سے عاجز ہے، (اسکا) یہ مطلب نہیں کہ مجھے (غیب کی) خبر ہی نہیں کہ تم سے اور مجھ سے کیا معاملہ ہوگا، (نور العرفان ص ۸۰۲)

اس مقام پر بعض حضرات یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی علم عطا کیا جاتا تھا، لہذا آپ کو علم غیب نہ تھا، ہم کہتے ہیں کہ ان حضرات کو غیب کی تعریف نہیں آتی، غیب اُس پوشیدہ چیز کو کہتے ہے جس کو انسان حواس خمسہ سے محسوس ومعلوم نہ کر سکے، اور جو بلا دلیل عقل میں نہ آسکے، حضرت امام بیضاوی علیہ الرحمہ اور حضرت امام رازی علیہ الرحمہ جیسے مفسرین کرام نے یہی فرمایا ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات سے بھی ثابت ہے کہ وحی الٰہی کا تعلق حواس خمسہ سے نہیں، حضور پرنور ﷺ کے قلب منیر کے ساتھ ہے، فرمایا یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا، آپ کے قلب مبارک پر، کہ آپ ڈر سناؤ، (سورۃ الشعراء)

معلوم ہوا کہ وحی الٰہی عقل انسانی سے ماوراء ہے جو مقام نبوت کو ساری انسانیت سے ممتاز کرتی ہے

،اس کے بے پناہ اسرار و غیوب کو صرف نبی ہی برداشت کر سکتا ہے، وحی الٰہی کو اسی لیے غیب کہا گیا ہے کہ انسان اس کو حواس خمسہ اور عقل نارسا سے حاصل نہیں کر سکتے ،لہذا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا وحی الٰہی سے مالا مال ہونا علم غیب سے مالا مال ہونا ہے۔ وحی الٰہی کے علاوہ ایک صفت اور ہے، جسے الہام الٰہی کہا جاتا ہے، اس کا تعلق بھی حواس خمسہ اور عقل نارسا سے نہیں، یہ جہان غیب کا وہ انعام ہے جو انبیاء کرام کی کامل اطاعت کی برکت سے اولیا کرام کو نصیب ہوتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں

می شود پردہ چشم پر کاہے گاہے
دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہے گاہے
منزل عشق بسے دور دراز است و لے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کو منسوخ بیان کیا ہے۔ حضرت امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔جب یہ آیت کریمہ ﴿ وما ادری مایفعل بی ولا بکم ﴾ نازل ہوئی تو مشرکین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ لات و عزیٰ کی قسم ہمارا اور حضرت محمد ﷺ کا حال ایک جیسا ہے۔ اُن کو ہمارے اوپر بزرگی حاصل نہیں، اگر وہ قرآن اپنے پاس سے بیان نہ کرتے تو اُن کا خدا نہ بتا دیتا کہ اُن کے ساتھ کیا کچھ ہوگا، اس اعتراض پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

﴿ یغفرلك الله ماتقدم من ذنبك .... ﴾ اے محبوب! اللہ تعالیٰ نے آپ سے اگلے پچھلے الزام دور کر دیئے، اس پر صحابہ کرام نے کہا، یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، آپ نے تو جان لیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوگا، پس ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ﴿ لیدخل المومنین والمومنات جنت ﴾ اللہ ضرور مومن مردوں اور عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں، اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ﴿ وبشر المومنین بان لهم ﴾...... اور مومنوں کو خوش خبری دیجیے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے، پس اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اور یہ حضرت انس، قتادہ، حسن، عکرمہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آیت وما ادری، خبر مغفرت سے پہلے کی آیت ہے۔ خبر مغفرت حدیبیہ کے سال نازل کی گئی تو آیت وما ادری منسوخ ہوگئی۔ (تفسیر خازن)

حضرت امام عبدالرحمٰن دمشقی نے بھی اپنی کتاب ''ناسخ و منسوخ'' میں لکھا ہے کہ آیت ﴿ وما ادری ﴾ منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ﴿ انا فتحنا لك فتحاً مبینا لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك ﴾ ہے۔

الحمدللہ! جلیل القدر مفسرین کی تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ حضور پر نور ﷺ کو اخروی حالات کا علم غیب

عطا کردیا گیا ہے۔اور یہ ناسخ آیات واحادیث سے بھی ظاہر ہے مثلاً

☆......فرمایا، اے محبوب! عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا کرے گا، (القرآن)

☆......فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ، نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہ کرے گا، اُن کا نور ان کے آگے اور دائیں جانب دوڑتا ہوگا، (القرآن)

☆......فرمایا، ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کردیا (القرآن)

☆......فرمایا، اور آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے، (القرآن)

☆......فرمایا، اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا (القرآن)

☆......فرمایا، آپ پر آنے والی ہر گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی (القرآن)

☆......فرمایا، میں قیامت کے دن تمام نسل آدم کا سردار ہوں گا، (رواہ مسلم)

☆......فرمایا، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہوگی (رواہ مسلم)

☆......فرمایا، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا (رواہ الترمذی)

☆......فرمایا، سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھلواؤں گا، (مشکوۃ)

نہایت افسوس ہے، اُن لوگوں پر جو قرآن وحدیث کی اتنی عظیم تصریحات کو فراموش کرکے ایک منسوخ آیت سے استدلال کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے علم بے پایاں کا انکار کرتے ہیں۔پھر اُس منسوخ آیت کی تشریح بلکہ اصل متن سے بھی اُن کا مدعا پورا نہیں ہوتا، کاش اُن کو سمجھ جانا چاہیے کہ قرآن، حضور صاحب قرآن کی شان گھٹانے کے لیے نازل نہیں ہوا، بڑھانے کے لیے نازل ہوا ہے۔یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آیت ﴿ وما ادری ﴾ کا عمیق مضمون مشرکین عرب کی سمجھ میں نہ آیا تو وہ اپنی سمجھ کا ماتم کرنے کی بجائے خوش ہونے لگے، کیونکہ اُن کی ناقص سمجھ میں یہی آیا تھا کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو کسی چیز کا علم نہیں، وہ بالکل ہماری طرح جہان غیب سے ناآشنا ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے صریح آیات نازل فرما کر ان کا منہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا، ذرا غور کیجیے اس دور کے بعض کلمہ گو حضرات کے فکر کا زاویہ اس دور کے مشرک افراد کے ساتھ کتنا مماثل ہے، انبیا کرام کو اپنے ناقص وجود پر قیاس کرنے کی تاریخ بہت پرانی ہے، اس تاریخ کی بنیاد رکھنے والا وہی ناعاقبت اندیش تھا، جس کی ہزاروں سال پر پھیلی ہوئی عبادت وریاضت بھی اسے طوق لعنت سے نہ بچا سکی، اب فرزند آدم کو اس تاریخ کا وارث نہیں بننا چاہیے۔

﴿......آیت نمبر ۴......﴾

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔

﴿وعنده ہ مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو ﴾(سورۃ الانعام آیت ۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے۔

یہ آیت کریمہ بھی اللہ کریم کے ذاتی علم غیب کا اعلان فرما رہی ہے، اس میں یہ کہاں ہے کہ اُس نے حضور سرور انبیاء ﷺ کو علم غیب عطا نہیں فرمایا۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کے ''عطائی علم غیب'' کی نفی پکڑنا بالکل غلط ہے، پھر یہ آیت کریمہ منکرین کے لیے ہرگز مفید نہیں، کیونکہ وہ بھی آپ کے بعض ''علم غیب'' کا اقرار کرتے ہیں، آیئے مفسرین امت کے روشن عقائد سے استفادہ کریں،

☆......حضرت امام جریدی علیہ الرحمہ نے کہا کہ مفاتیح الغیب کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ ان پر اطلاع عطا فرمائے۔ وہ صفی اللہ ہوں یا خلیل اللہ، وہ حبیب اللہ ہوں یا ولی اللہ، گویا اس آیت کریمہ کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اظہار کرنے سے پہلے ان کو کوئی نہیں جان سکتا، (تفسیر عرائس البیان)

☆......حضرت امام قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، علم غیب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور علم غیب تک رسائی حاصل کرنے کے ذرائع بھی اُسی کے دست قدرت میں ہیں، اور کوئی اُن کا مالک نہیں ﴿فمن شاء اطلاعه عليها اطلعه ومن شاء حجبه عنها حجبه﴾ پس وہ جس کو علم غیب دینا چاہتا ہے، دے دیتا ہے، اور جس کو محروم رکھنا چاہتا ہے، محروم کر دیتا ہے، اور امور غیب پر آگاہی صرف رسولوں کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے، (تفسیر قرطبی)

☆......حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، اس آیت سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں کہ وہ کسی کو علم غیب سکھاتا بھی نہیں، بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے، کوئی بخیل اُس کی بخشش وعطا کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ اور جو کچھ اس نے سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو عنایت فرمایا ہے، اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ (ضیاء القرآن جلد ا ص ۵۶۳)

پھر یہاں بھی اگر پوری آیت کریمہ تلاوت کی جاتی تو سارا مسئلہ حل ہو جاتا، آگے فرمایا گیا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور سمندر میں ہے، اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس کو، اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں، (سورۃ الانعام آیت ۵۹)

حضرت امام قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کتاب مبین یعنی روشن کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے، جس پر ملائکہ آگاہ ہوتے رہتے ہیں، (تفسیر قرطبی) گویا جس روشن کتاب میں تمام مغیبات عالم کا علم متشکل صورت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اسکا مشاہدہ کرتے ہیں، اگر انبیاء کرام اور ان کے کامل اولیاء عظام کو اس کا مشاہدہ کروا دیا جائے تو شرک کیسے ہو گیا؟ مولانا احمد یار خان بدایونی علیہ الرحمہ نے کیا خوب لکھا ہے

''معلوم ہوا کہ ہر ادنی اعلیٰ چیز لوح محفوظ میں لکھی ہے اور یہ لکھنا اس لیے نہیں کہ رب تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا اندیشہ تھا، لہذا لکھ لیا، بلکہ اپنے خاص مقرب بندوں کو بتانے کے لیے ہے، جن کی نظر لوح محفوظ پر ہے۔ اس آیت کا

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ علم غیب حساب سے، عقل سے، حاصل نہیں ہوتا۔ یہ تو رب تعالیٰ کی خاص ملک ہے، اس کے پاس ہے، جسے وہ دے اسے ملے، اور غیب کی کنجیوں سے مراد وہ پانچ علوم ہیں جو سورۃ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں ﴿عنده علم الساعة﴾، چونکہ یہ پانچ چیزیں لاکھوں غیبوں کے کھل جانے کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان کو غیب کی کنجیاں فرمایا گیا، لوح محفوظ کو کتاب مبین یعنی ظاہر کر دینے والی کتاب اس لیے فرمایا گیا، کہ لوح محفوظ علوم غیبیہ ان حضرات پر ظاہر کر دیتی ہے، جن کی نظر اس پر ہے، جیسے بعض فرشتے اور انبیاء و اولیا کرام، اگر اس پر کسی کی نظر نہ ہو تو وہ کتاب مبین نہ ہوگی، مولانا (روم) فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیا

از چہ محفوظ اند محفوظ از خطا

﴿......آیت نمبر ۵......﴾

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا

﴿قل لا اقول لكم عندى خزائن الله ولا اعلم الغيب ولا اقول لكم انى ملك﴾ (سورۃ الانعام: ۵۰)

ترجمہ: تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں، اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں،

اس آیت کریمہ کو تلاوت کر کے بھی حضور رسول اقدس ﷺ کے عطائی علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے، حالانکہ یہاں حضور ﷺ سے ذاتی علم غیب کی نفی کروائی جا رہی ہے، عطائی علم غیب کی نہیں، گویا یہاں علم غیب کے دعویٰ کی نفی ہے، نہ کہ علم غیب کی، حضرت امام نیشاپوری لکھتے ہیں یہاں ﴿لا اقول لكم عندى خزائن الله﴾ فرمایا گیا ہے۔ ﴿ليس عندى خزائن الله﴾ نہیں فرمایا گیا (تفسیر نیشاپوری) پھر یہاں تواضع کا اظہار بھی ہے، حضرت امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''حضور پر نور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی عبودیت کا اعتراف فرماتے ہوئے اپنی ذات شریف سے ان چیزوں کی نفی فرمائی، یعنی اس سے میں کچھ نہیں کہتا اور نہ کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہوں'' (تفسیر خازن) اسی طرح تفسیر عرائس البیان میں ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے اپنی ذات مبارک کو مرتبہ انسانیت پر رکھتے ہوئے تواضع فرمائی ورنہ آپ ساری مخلوق سے اشرف و اعلیٰ ہیں، کروبیین اور روحانیین سے زیادہ پاک ہیں، یہ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی شان جبروت کے سامنے خضوع و خشوع کا اظہار کیا ہے۔ گویا حضور پر نور ﷺ کو انکسار سے کام لیتے ہوئے یہی کہنا چاہیے، لیکن رب غفور کو پیار سے کام لیتے ہوئے یہ کہنا چاہیے، اے محبوب! ہم

نے آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے، آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے، (القرآن)
اس آیت کریمہ کو بھی پورا تلاوت نہیں کیا جاتا، آگے ارشاد باری ہے،
میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے، تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے اندھے اور انکھیارے، تو کیا تم غور نہیں کرتے (سورۃ الانعام آیت ۵۰)

آیت کریمہ کے اس حصے نے سارا مسئلہ حل فرما دیا ہے، کیونکہ حضور ﷺ سے وحی الٰہی کے حصول کا ذکر کروایا گیا ہے۔ وحی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا خزانہ ہے، اور بہت بڑا علم غیب ہے، یہ ایسی انمول دولت ہے کہ کھربوں انسانوں میں سے صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) انبیاء کرام کو نصیب ہو سکی۔ اب اس آیت کا صاف یہی مطلب ہے کہ میرے پاس وحی کی صورتوں میں اللہ تعالیٰ کے خزانے بھی ہیں اور اس کے بخشے ہوئے غیبی علوم بھی ہیں مگر میں ان چیزوں کا دعویٰ نہیں کرتا، میں تمہیں وہی کچھ دوں گا اور وہی کچھ بتاؤں گا جس کی مجھے اللہ تعالیٰ سے اجازت ہوگی۔ پھر آگے فرمایا، کیا اندھے اور انکھیارے برابر ہیں، گویا کیا دنیا کا اندھا انسان اور چشم مازاغ سے جلوہ ازل کو دیکھنے والا محبوب ذیشان برابر ہو سکتے ہیں، تم لوگ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے، اظہار تواضع کو عدم علم کی دلیل بناتے ہو اور عدم دعویٰ سے عدم علم پر استدلال کرتے ہو، مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت میں مشرکین عرب کو مخاطب کیا گیا ہے، جو ہر روز کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ خزانے عطا کریں تاکہ ہماری محتاجی دور ہو جائے، ہمیں مستقبل کی خبریں دیجیے تاکہ ہمیں اپنے کاموں کے نفع ونقصان کا علم ہو جائے، آپ اللہ کے رسول ہیں تو کھانا پینا اور نکاح کرنا چھوڑ دیں، اس آیت کریمہ میں ان تین سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔ گویا حضور ﷺ کو کافروں، مشرکوں اور جاہلوں سے اعراض فرمانے کا طریقہ بتایا گیا ہے، جہاں تک ایمان والوں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں صراحت کے ساتھ آتا ہے، ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ (القرآن) اللہ عطا کرتا ہے، میں تقسیم کرتا ہوں (رواہ البخاری) اللہ کی قسم مجھے زمینی خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں (رواہ البخاری)۔

ہمیں حیرت ہے کہ کلمہ پڑھ کر علم مصطفےٰ کی وسعتوں کا انکار کرنے والے یہ لوگ کیوں مشرکین عرب کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ پھر اس آیت کریمہ کے الفاظ ﴿لا اعلم الغیب﴾ سے جہاں حضور ﷺ کے علم غیب کلی کی نفی ہوتی ہے وہاں علم غیب بعض کی بھی نفی ہو جاتی ہے، اس طرح یہ آیت ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی، اس کا فائدہ تو اس وقت ہی حاصل ہوگا جب ہاتھ میں بزرگان امت کا دامن تھام کر غور کیا جائے۔

﴿......آیت نمبر ۶......﴾

اللہ کریم کا ارشاد ہے

﴿نحن نقص عليك احسن القصص بما اوحينا اليك هذا القرآن و ان كنت

من قبلہ لمن الغافلین ﴾ (سورۃ یوسف:۳)

ترجمہ: ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں، اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی، اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

بعض حضرات یہ آیت کریمہ تلاوت کر کے حضور پرنور ﷺ کے عطائی علم غیب کی نفی کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں ﴿لمن الغافلین﴾ کا لفظ کیوں ارشاد فرماتا، ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل اسلام کے اس عقیدے کو کماحقہ سمجھتے نہیں یا سمجھتے تو ہیں مگر خواہ مخواہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کائنات ارضی وسماوی کا جو مکمل علم غیب عطا فرمایا ہے، وہ تدریجی ہے، قرآن پاک مکمل نازل ہوگیا تو حضور ﷺ کا عطائی علم غیب بھی مکمل ہوگیا، اس آیت کریمہ میں ﴿من قبلہ لمن الغافلین﴾ کے الفاظ وارد ہیں، یعنی آپ نزول قرآن سے پہلے اس احسن القصص کی تفصیلات سے بے خبر تھے، نزول قرآن کے بعد بے خبر نہیں، بلکہ عالم کے اگلے پچھلے واقعات سے خبردار ہیں، جیسا کہ حدیث پاک بھی ہے۔ ﴿فعلمت علم الاولین والاخرین﴾ پس میں نے پہلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا ہے، (رواہ البخاری) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کا علم غیب عطا فرما دیا تو اب اس آیت کریمہ کو تلاوت کر کے علم نبوت پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت پیش آتی ہے اور اس مذموم کوشش کے ساتھ کیا ارادے وابستہ ہیں؟

☆...... اللہ اللہ! حضرت امام صاوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

"بے شک نبی اکرم ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے، جب تک تمام انبیاء کرام کو تفصیل کے ساتھ نہ جان لیا...... (ا) آپ کیوں نہ جانیں، وہ سب رسول آپ ہی سے پیدا ہوئے، اور معراج کی رات بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے، انہی کے لیے علم مکنون ہے، اس امت پر رحمت فرماتے ہوئے ان (بعض انبیاء کرام) کے قصے چھوڑ دیئے کہ امت کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ ہو" (تفسیر صاوی سورۃ المومن)

اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ساری کائنات کا گواہ بنایا ہے، آپ انبیاء کرام اور سابقہ امتوں کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اور آپ کی گواہی پر ان کا فیصلہ کیا جائے گا، اس شان اجل کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو انبیاء کرام کی معرفت عطا کی جائے۔ اور انبیاء کرام کو آپ کی معرفت عطا کی جائے، کیونکہ جس چیز سے آدمی جاہل وغافل ہو اس کی تصدیق نہیں کر سکتا، قرآن پاک میں ہے (اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے مضبوط عہد لیا کہ میں جو تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس وہ رسول آجائے، جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی امداد کرنا) (سورۃ آل عمران)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اگلوں پچھلوں سب کے پاس تشریف لائے، اور سارے اگلے پچھلے حضور کے امتی ہیں، آپ کو رب نے عالمین کے لیے رحمت، نذیر بشیر اور نبی بنایا، اور اگلے لوگ بھی عالمین میں داخل ہیں، اس لیے سارے نبیوں نے شب معراج حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، اور نماز بھی محمدی پڑھی، نماز عیسوی یا موسوی نہ پڑھی، (نورالعرفان ص ۹۴)

یہاں ایک اور بھی نکتہ ذہن نشین رکھنا چاہیے، کہ جب قرآن میں لفظ ''ظالم یا غافل'' کسی معزز شخصیت کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا مفہوم کچھ اور ہوگا جو ادب واحترام کے تقاضوں کے مطابق ہوگا، مذکورہ آیت کریمہ میں غافل کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ حق تعالیٰ کے جلوؤں میں اس قدر گم تھے کہ اس ''احسن القصص'' کی جانب متوجہ نہ ہوئے، اب قرآن پاک کی اس سورت کے ذریعے آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی جارہی ہے، اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ عدم توجہ، عدم علم کی دلیل نہیں ہوتی، اسی لیے ﴿لمن الجاهلين﴾ کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے، ﴿لمن الغافلين﴾ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ایک اور بھی آیت کریمہ ہے، جسے حضور پرنور ﷺ کے عطائی علم غیب کی نفی کے لیے پیش کیا جاتا ہے،

﴿ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم............﴾

(سورۃ المومن:۷۸)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا، اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''ان میں کسی کا احوال بیان نہ کیا، یعنی قرآن پاک میں کسی کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا''، گویا یہاں تفصیلی ذکر کی نفی ہے، اجمالی ذکر کی نفی نہیں، حضرت امام علی القاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یہاں وحی ظاہر کی نفی ہے، وحی خفی کا ثبوت ہے، (المرقاۃ شرح مشکوۃ) یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعے تمام انبیاء کرام کے حالات وواقعات سے اپنے محبوب اکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا، جیسا کہ ارشاد باری ہے،

﴿كل نقص عليك من انباء الرسل﴾

ویسے بیان نہ کرنے سے یہ مطلب مراد لینا کہ آپ جانتے نہیں، بہت عجیب ہے، کیا بیان کے علاوہ فروغ علم کا اور کوئی ذریعہ نہیں؟ ایک معراج کی رات ہی ہزاروں اسرار سے پردے اٹھا دیئے گئے تھے، جن کو کراماً کاتبین تک بھی نہیں جانتے، اللہ اللہ! جلوہ کبریا روشن تھا اور چشم مازاغ البصر اس کا مشاہدہ کررہی تھی، ارے، جب غیب الغیب ہی ظاہر ہوگیا، تو اور کونسا غیب ہے جو پوشیدہ رہا ہوگا، حضور پرنور ﷺ کا ارشاد ہے، ہر چیز میرے سامنے

روشن ہوگی ہے، (رواہ الترمذی) اب تو ایک کلمہ پڑھنے والے انسان کو حیلوں بہانوں سے کام نہیں لینا چاہیے، اور دل کی گہرائیوں سے عظمت علم مصطفےٰ کی دہائی دینی چاہیے، حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ اور حضرت امام محمد بن عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں

''قیامت تک جو کچھ بھی حضور پرنور ﷺ کی امت میں ہونے والا تھا، سب کچھ آپ پر پیش کیا گیا، بلکہ تمام امتیں حضور پرنور ﷺ پر پیش کی گئیں، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم سکھایا گیا تھا'' (کشف الغمہ جلد۲ ص۴۴، زرقانی جلد۵ ص۱۹۰)

حاصل کلام: ان آیات مبارکہ کے علاوہ اور بھی چند آیات اور چند احادیث ایسی بیان کی جاتی ہیں، جن سے حضور پرنور ﷺ کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، یاد رہے کہ آپ کے عطائی علم غیب کے ثبوت کے لیے جتنی بھی آیات واحادیث وارد ہیں، وہ حکم عام وارد ہیں، ان سے کسی چیز کو بھی خاص اور مستثنیٰ نہیں کیا گیا، اس کو ہر صاحب علم بخوبی جانتا ہے کہ حکم عام استغراق میں قطعی ہوتا ہے، دلیل قطعی کے بغیر اس کی تاویل اور تخصیص کی ہرگز اجازت نہیں، جن آیات واحادیث سے نفی ہوتی ہے وہ اطلاع سے قبل پر محمول ہوں گی، تکمیل نزول قرآن کے بعد کوئی ایسی دلیل قطعی میسر نہیں، جس میں حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی منقول ہو، اگر ہے تو بیان کی جائے ورنہ خلوص دل سے تسلیم کرلیا جائے۔ ثانیاً اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں آپ سے مطلقاً علم کی نفی ہے وہاں مراد ذاتی علم ہے جو حضرت جل شانہ کا خاصہ ہے، یا پھر یہ نفی آپ کے ادب وانکسار پر محمول ہے، جو آپ بارگاہ احدیت میں پیش کیا کرتے تھے۔ بعض حضرات کا سوال ہے کہ ''ذاتی اور عطائی'' کی تقسیم کیوں کی جاتی ہے، یہ کہاں لکھی ہے، ہم کہتے ہیں استعانت کے باب میں آپ لوگ ''مافوق الاسباب'' اور ''ماتحت الاسباب'' کی تقسیم کیوں کرتے ہیں، یہ کہاں لکھی ہے؟

☆......☆......☆